یاالٰہی سرور احمد پہ ہو وقت اجل
سیدی سردار احمد با رضا کے واسطے
تلخیص
حیاتِ محدّثِ اعظم
حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہٗ
از قلم
علامہ حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
تلخیص: محمد عمران شاکر اختر القادری
ناشر
جمعیت رضائے مصطفیٰ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تلخیص
حیاتِ محدّثِ اعظم
ابوالفضل حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی
قدس سرہٗ العزیز
از قلم
علامہ حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
مدظلہٗ العالی
تلخیص: محمد عمران شاکر اختر القادری
ناشر
جمعیتِ رضائے مصطفیٰ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ

نام کتاب: ـــــــــ تلخیص حیاتِ محدّثِ اعظم

(ماخوذ از حیات محدث اعظم)

مؤلف: ـــــــــ علامہ حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی مدظلہ العالی

(ایم اے اسلامیات، ایجوکیشن و ایل ایل بی، عربی)

تلخیص: ـــــــــ محمد عمران شاکر القادری رضوی

کمپوزنگ: ـــــــــ محمد عمران شاکر القادری رضوی

سن اشاعت: ـــــــــ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ بمطابق اگست ۲۰۰۷ء

۳۶ ویں عرس پاک کے موقع پر

ناشر: ـــــــــ جمعیت رضائے مصطفٰی کراچی

جامع مسجد حنیف، جمشید روڈ نمبر ۱، کراچی

0333-2296205, 0321-2538550

طابع: ـــــــــ HAMZA ART, P.I.B. COLONY, KARACHI. 0321-2578663

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ابتدائی حالات

ولادت باسعادت:

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ ۱۳۲۳ھ /۱۹۰۵ء کو موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ دیال گڑھ ضلع گورداسپور کا مشہور قصبہ ہے جو بٹالہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔

اسم گرامی:

والدین نے آپ کا نام (باقی بھائیوں کے ناموں کی مناسبت سے) سردار محمد رکھا۔ لیکن جب آپ علم دین کے حصول کیلئے بریلی شریف تشریف لے گئے تو وہاں کے اکابر اساتذہ، احباب اور ہم درس طلبہ آپ کو سردار احمد کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس صورت حال میں آپ نے والدین کا تجویز کردہ نام بھی ترک نہ فرمایا اور اساتذہ کرام کا عطا کردہ نام بھی استعمال میں رکھا۔ یوں آپ اپنا نام محمد سردار احمد تحریر فرمایا کرتے تھے۔

کنیت:

مناظرہ بریلی (۱۳۵۴ھ /۱۹۳۵ء) میں دیوبندیوں کے منظورِ نظر مناظر مولوی منظور سنبھلی کے مقابلہ میں عدیم المثال کامیابی پر آپ کی کنیت ابوالمنظور مشہور ہوگئی۔ بعد میں صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب کی ولادت پر ابوالفضل ہوئی اور بمقتضائے "اَلْاَسْمَاءُ تَتَنَزَّلُ مِنَ السَّمَاءِ" اس عظیم المرتبت صاحب علم و فضل کے لئے یہی کنیت موزوں بھی تھی۔

ناصب دشمن نبی سردار احمد تیرا نام
یعنی تو فضل خدا سے قوم کا سردار ہے

خاندان:

آپ کا تعلق سیہول جٹ خاندان سے ہے۔ شرافت، دیانت، پاکبازی اور مہمان نوازی میں یہ خاندان علاقہ بھر میں شہرت رکھتا تھا۔ پورا خاندان مشائخ کرام کا مرید اور عقیدت مند تھا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے کمال درجہ کی محبت رکھتا تھا۔

والدین کریمین:

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی چوہدری میراں بخش چشتی تھا۔ ان کا پیشہ کاشت کاری تھا۔ زمین گاؤں کے قریب ہی تھی۔ تقریباً پچاس بیگھہ مزروعہ زمین کے مالک تھے۔ اس میں نصف زمین چاہی اور اتنی ہی بارانی تھی۔ زمین زرخیز ہونے کی وجہ سے نہایت عمدہ فصل اور اعلیٰ قسم کا کماد پیدا ہوتا تھا۔

چوہدری میراں بخش چشتی دیہاتی ماحول کی برائیوں سے الگ تھلگ رہتے۔ کسی کی غیبت نہ کرتے۔ کسی کے نقصان میں راضی نہ ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی دشمنی کسی سے پیدا نہ ہوئی۔ یونہی حضرت محدث اعظم پاکستان کی والدہ محترمہ نہایت پاک سیرت عفیفہ تھیں۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فدائی و شیدائی تھیں۔

بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کو زہد وتقویٰ، عفت وعصمت اور عبادت وریاضت کی بناء پر بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب حاصل تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث اور آپ کے برادر بزرگ جناب حیات محمد عرف سائیں جی کے درمیان والدہ محترمہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ جناب حیات محمد کا خیال تھا کہ ہماری والدہ مرحومہ عام نیک خاتون تھیں اور حضرت شیخ الحدیث ارشاد فرمارہے تھے کہ والدہ مرحومہ کو بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب حاصل تھا۔ اس گفتگو کے بعد جناب حیات محمد صاحب رات کو سوئے تو خواب میں انہیں ایک قبر نظر آئی جس سے ایک ضعیف العمر خاتون سفید لباس میں ملبوس باہر تشریف لائیں اور جناب سائیں مرحوم سے فرمایا:

"بیٹا میں تمہاری والدہ ہوں، تیرا چھوٹا بھائی محمد سردار احمد جو کچھ میرے متعلق کہتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

صبح اٹھ کر برادر بزرگ اپنا رات کا خواب بیان کرنے حضرت شیخ الحدیث کے پاس آئے۔ آپ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

کیوں سائیں صاحب! ہم نے ٹھیک کہا تھا، اب تو انکار نہ کرو گے۔

چوہدری میراں بخش چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال محرم الحرام ۱۳۳۷ھ/ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو ہوا۔ جبکہ

والدہ محترمہ دو برس قبل انتقال فرما چکی تھیں۔

پاکیزہ بچپن کی چند جھلکیاں:

حضرت محدث اعظم پاکستان کا بچپن عام بچوں سے بالکل مختلف تھا۔ آپ کی ولایت کے آثار شروع سے ہی ظاہر تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو موضع دیال گڑھ میں یہ چرچا تھا کہ "اس نومولود کی پیشانی مبارک پر چاندی کی روشنی چمکتی ہے۔" آپ کے رشتہ کے ماموں زاد چوہدری ناظر حسین جو صوفی منش بزرگ اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فدائی و شیدائی تھے اکثر جناب حیات محمد عرف سائیں جی سے حضرت محدث اعظم کے متعلق ایسی باتیں کرتے تھے جنہیں اس وقت عجیب وغریب خیال کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ان سے فرمایا: "سائیں جی! تمہیں مبارک ہو تمہارے عزیز بھائی سردار محمد کی پیشانی میں نیک بختی اور خوش قسمتی کا چمکتا ہوا ستارہ دیکھ رہا ہوں۔"

آپ کی والدہ محترمہ اکثر فرمایا کرتی تھیں "ان شاء اللہ میرا یہ لاڈلہ بچہ عظیم شخصیت کا مالک ہوگا۔" اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کرتی تھیں "آپ کا نام سردار محمد ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کا سردار بنائے۔" اور دنیا نے دیکھا کہ واقعی عظیم بیٹے کے حق میں عظیم ماں کی دُعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسم بامسمّٰی بنا دیا۔

نماز باجماعت و ذکرِ الٰہی:

جب آپ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو والد ماجد کے ہمراہ مسجد میں نماز پڑھنے چلے جاتے۔ ذکر و اذکار و نعت خوانی کا ذوق ایسا تھا کہ عموماً چلتے پھرتے نعتیں پڑھتے اور ذکر کرتے رہتے۔ سننے والے حیران ہوتے کہ اس عمر میں ایسا ذوق وشوق!

ستر کی حفاظت:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ایسے کھیلوں سے اجتناب فرماتے تھے جن کا صحت و تندرستی کی نشو نما میں کوئی کردار نہ ہو لیکن کشتی اور کبڈی وغیرہ میں ورزش کی نیت سے شرکت فرماتے تھے اور اس میں عام بچوں کے برعکس ستر کا پورا خیال رکھتے تھے اور کشتی سے قبل ہی یہ شرط رکھتے تھے کہ لنگوٹا نہیں کروں گا اور شلوار کرتا کے ساتھ ہی کشتی کروں گا۔ جب کسی لڑکے سے کشتی لڑتے تو چاہے وہ دوگنی قوت کا ہی کیوں نہ ہوتا ضرور اسے پچھاڑ دیتے۔ ایک مرتبہ تحدیث نعمت کے طور پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے خود ارشاد فرمایا: "تین امور میں مجھے بچپن میں

ضلع بھر میں فوقیت وسبقت حاصل رہی۔

(۱) تیراکی (۲) دوڑ (۳) کشتی

مگر ہمیشہ میں نے ستر کا لحاظ رکھا اور کبھی بھی ایسا لباس نہ پہنا جس سے میرے گھٹنے کھل جائیں۔"

شرم وحیا:

شرم وحیا کا عالم یہ تھا کہ بچپن میں ہی فرمایا کرتے تھے "دو عورتوں کے درمیان سے گزرنا شیطان کا کام ہے۔"

اور یہ واقعہ بھی آپ کی حد درجہ شرم وحیا کا مظہر ہے کہ اسکول سے واپسی پر جب گاؤں کے قریب پہنچتے تو ساتھیوں سے الگ ہوکر دوسرا راستہ اختیار کر لیتے اس لئے کہ کوئی لڑکا مجھے اپنے گھر کھانا کھانے پر مجبور نہ کرے۔

پیرومرشد جیسا ہو جاؤں:

شریعت وطریقت سے محبت کی بناء پر آپ نے اسکول کی تعلیم کے دوران ہی سراج العارفین حضرت شاہ سراج الحق چشتی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت کر لی۔ یہ بیعت مروجہ رسمی بیعت نہ تھی بلکہ حقیقی بیعت تھی۔ شیخ طریقت سے عقیدت ایسی پختہ تھی کہ اکثر وبیشتر اس تمنا کا شدت سے اظہار فرمایا کرتے تھے کہ:

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں پیرومرشد صوفی سراج الحق صاحب جیسا ہو جاؤں۔"

تحصیل علم

قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے بعد حضرت محدث اعظم پاکستان کو اس دور کے رواج کے مطابق پرائمری اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ یہاں پر آپ نے مولانا ذوالفقار علی قریشی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جو پرائمری اسکول میں صدر مدرس ہونے کے ساتھ گاؤں کی مسجد کے امام وخطیب بھی تھے۔ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرآن مجید ناظرہ بھی مولانا قریشی سے پڑھا تھا۔ مولانا موصوف حضرت شیخ الحدیث پر خصوصی توجہ فرماتے اور پیشانی میں سعادتِ ازلی کے نمایاں آثار دیکھ کر اکثر بزبان پنجابی فرماتے:

"اوئے جٹا! توں تے وڈا نامور مولوی عمل والا ہوویں دا۔"

یعنی اے جٹ قوم کے سپوت! میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بڑا ہو کر نامور عالم باعمل بنے گا۔

میٹرک کا سالانہ امتحان جو اُن دنوں پنجاب یونیورسٹی لیا کرتی تھی فرسٹ ڈویژن میں پاس کرنے کے

بعد آپ نے پٹواری کا امتحان دینے کا ارادہ فرمایا وجہ یہ تھی کہ آپ کے شیخ طریقت حضرت شاہ سراج الحق چشتی علیہ الرحمۃ نے بھی پٹواری کا امتحان پاس کر رکھا تھا۔ لہٰذا ان کی پیروی میں آپ نے بھی پٹواری کا امتحان پاس کیا لیکن ملازمت نہ فرمائی۔ پولیس کی ملازمت کی بھی پیشکش ہوئی لیکن آپ نے انکار فرمادیا۔

دینی تعلیم کا آغاز:

ایف۔اے کا امتحان دینے کیلئے آپ لاہور تشریف لائے اور یہاں امتحان کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ انہی دنوں انجمن حزب الاحناف کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ دین سے فطری محبت وعقیدت آپ کو کشاں کشاں اس اجلاس میں لے گئی۔ یا یوں کہئے کہ "فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی" کے مصداق قدرت کو اب یہی منظور تھا کہ آپ کو اس عظیم کام کی جانب متوجہ کیا جائے جس کی خاطر آپ کو پیدا کیا گیا۔

دوران اجلاس حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے تقریر کرتے ہوئے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی بریلی سے تشریف آوری کا اعلان نہایت شاندار الفاظ میں یوں فرمایا:

"اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، صاحب الدلائل القاہرہ، ذی التصانیف الباہرہ، امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کے شہزادے حامی سنت، ماحی بدعت، رہبر شریعت، فیض ورجت، مفتی انام، مرجع الخواص والعوام، حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خان صاحب تشریف لارہے ہیں۔"

حضرت شیخ الحدیث نے سوچا کہ جب اعلان کرنے والا خود اس درجہ عظیم الشان عالم ہے تو جس کی آمد کا اعلان کیا جارہا ہے وہ کس پائے کا عالم ہوگا لہٰذا آنے والے کی عظمت وشان کا تصور کرکے آپ زیارت کے مشتاق ہوگئے۔ آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور حضرت حجۃ الاسلام جو حسن باطنی کے ساتھ حسن ظاہری سے بھی مالامال تھے جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے۔ مشتاقان دید پروانوں کی طرح آپ کے جمال پاک پر نثار ہورہے تھے۔ اس ہجوم میں حضرت شیخ الحدیث بھی تجلیات دیدار سے اپنے قلب وذہن کو منور کررہے تھے۔ اس زیارت کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا کہ آپ نے ایف۔اے پاس کرنے کا ارادہ ترک کرکے حصول علم دین اور تبلیغ اسلام کا پختہ عزم کرلیا اور اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ بریلی جانے کا ارادہ فرمالیا۔

لیکن ابھی حضرت سے اجازت لینے کا مرحلہ باقی تھا لہٰذا دھڑکتے دل کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کی قیام گاہ آستانہ عالیہ حضرت شاہ محمد غوث علیہ الرحمۃ حاضر ہوئے۔

عرض مدعا:

آپ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کی خدمت میں اپنی کیفیت اور قلبی انقلاب کا ذکر کر کے بریلی ساتھ جانے اور علم دین حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا حضرت حجۃ الاسلام پہلی نظر میں ہی کشتۂ تیر نظر کو پہچان گئے اور پیشانی پر چمکتے ہوئے سعادت ازلی کے آثار دیکھ کر بھانپ گئے کہ یہ نوجوان ملت اسلامیہ کے ماتھے کا جھومر اور اہلسنت کا عظیم رہبر ہوگا۔ لہٰذا بکمال شفقت حضرت شیخ الحدیث کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور دو دن مزید قیام کے بعد آپ کو اپنے ساتھ بریلی شریف لے گئے۔

مرکز علم وعرفاں بریلی میں:

بریلی پہنچ کر آپ نے دارالعلوم منظر اسلام میں تعلیم شروع فرمائی۔ دارالعلوم کے دیگر طلبہ کا قیام شہر کی مساجد میں ہوتا تھا لیکن نو وارد طالب علم محمد سردار احمد کو حضرت حجۃ الاسلام نے خاص اپنے آستانے پر ٹھہرایا۔ حضرت شیخ الحدیث کے قیام، طعام اور دیگر تمام اخراجات کا ذمہ بھی آپ نے لے لیا۔ جس قسم کا لباس اپنے صاحبزادوں کیلئے بنواتے اسی قسم کا لباس آپ کے لئے بھی سلواتے۔ یہاں تک کہ لباس کے رنگ میں بھی یکسانیت اختیار فرماتے۔

شب بیداری اور مطالعہ:

یہ وہ دور تھا کہ نہ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں بجلی تھی اور نہ ابھی محلہ سوداگران بریلی میں بجلی آئی تھی۔ اور طلبہ تو رات کو سو جاتے لیکن حضرت محدث اعظم پاکستان رات کو بارہ ایک بجے تک میونسپل کمیٹی کے لیمپ کے نیچے کھڑے ہو کر اپنا سبق یاد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کو معلوم ہوا تو اس وقت کے مہتمم صاحب کو مولانا سردار احمد کے کمرے میں لیمپ کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتب آپ نے مولانا محمد حسین اور حضرت حجۃ الاسلام سے پڑھیں جبکہ منیۃ المصلی، قدوری، کنز الدقائق اور شرح جامی تک کتابیں مفتی اعظم سے پڑھیں۔

جب دیکھا، پڑھتے دیکھا:

حضرت مفتی اعظم فرماتے ہیں: "میں جب ان (حضرت شیخ الحدیث) کو دیکھا، پڑھتے دیکھا۔ مدرسہ

میں، قیام گاہ پر، حتّٰی کہ جب مسجد میں آتے تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی۔ اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو بجائے دیگر اذکار و اوراد کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ ان کے اس والہانہ ذوق تحصیل علم سے میں بہت متاثر ہوا۔ میرے پاس دوسرے پنجابی طالب علم مولوی نذیر احمد سلمہ پڑھتے تھے ان سے دریافت کرنے پر انہوں نے ان کی ساری سرگزشت سنائی پھر ان کے ذریعے وہ میرے پاس آنے جانے لگے ان کے باصرار درخواست کرنے اور مولوی نذیر احمد کی سفارش پر میں نے انہیں منیہ، قدوری، کنز اور شرح جامی تک پڑھایا۔"

بریلی سے اجمیر:

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین تھے۔ اور حضرت کی بے مثال تدریس کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کو اللہ تعالیٰ نے جس عظیم الشان خدمت دین کیلئے پیدا فرمایا تھا اس کیلئے حضرت صدر الشریعہ جیسے بحر العلوم مربی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جب خود خانوادۂ رضویت کے بعض افراد مثلاً مولانا محمد ادریس رضا خاں اجمیر مقدس بغرض تعلیم جانے لگے تو آپ بھی ہر دو صاحبزادگانِ اعلیٰ حضرت سے اجازت لیکر حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں اجمیر مقدس حاضر ہو گئے۔ سلطان الہند خواجۂ اجمیر قدس سرہ کی بارگاہ عرش پناہ میں علم و فضل کے قطب اوحد (حضرت صدر الشریعہ) سے انہیں کیا ملا؟ اس بارے میں حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ کی شہادت کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

"پھر تو بحر العلوم کے پاس گئے اور خود بھی بحر العلوم ہو گئے۔"

حضرت صدر الشریعہ کا بحر علم جوش پر:

قدرتی بات ہے کہ جب طلبہ محنتی، ذہین اور سچی طلب رکھنے والے ہوں تو استاذ بھی محنت سے پڑھاتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ جو تعلیم و تدریس کے حوالے سے پہلے ہی بہت فیاض تھے وہ جب اس محنتی جماعت کو پڑھاتے تو رنگ ہی کچھ اور ہوتا۔ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ علم و فضل کے سمندر میں جب جوش و خروش آتا ہے تو اس کی تہہ سے کیسے کیسے گوہر گراں مایہ نکلتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے غیر معمولی ذوق تدریس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ درس نظامی کی کتب متداولہ کے علاوہ اس جماعت کو علوم و فنون کی اعلیٰ ترین کتب کا خصوصی درس دیا۔

دورانِ سیر تدریس:

حضرت صدر الشریعہ مدرسہ کے تعلیمی اوقات سے ایک گھنٹہ زیادہ پڑھاتے۔ جمعہ کے دن بھی تدریس فرماتے، بعد ظہر اسباق وغیرہ کی چھٹی ہوتی لیکن حضرت شیخ الحدیث کو اس وقت بھی پڑھاتے۔ یہی کچھ کم نہیں تھا کہ بعد نماز عصر اطباء کے مشورے کے مطابق حضرت صدر الشریعہ سیر کیلئے دولت باغ جاتے تو شیخ الحدیث کتاب ہاتھ میں لئے ہمراہ ہوتے یوں دوران سیر کتاب کا درس بھی جاری رہتا۔

شب بھر مطالعہ:

راتوں کو جاگ کر پڑھنے کی عادت تو بریلی ہی میں حضرت شیخ الحدیث نے پختہ کرلی تھی۔ اجمیر شریف میں نہ صرف یہ عادتِ مبارکہ قائم رہی بلکہ اس میں کچھ اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ مولانا معین الدین شافعی کا بیان ہے کہ جب آپ اجمیر شریف میں تعلیم حاصل کرتے تھے تو اس دوران آپ کی محنت کا عالم یہ تھا کہ نماز عشاء کے بعد آپ سامنے کتاب رکھ کر بیٹھ جاتے اور مطالعہ کرتے ہوئے بسا اوقات فجر کی اذان ہوجاتی۔ اس محنت و لگن کو دیکھ کر حضرت فقیہ اعظم صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے (طباخ) باورچی کو حکم فرما دیا تھا کہ سردار احمد کو نماز مغرب سے پہلے کھانا کھلا دیا کرو تا کہ اس کے مطالعہ میں حرج نہ ہو۔

اطباء کی ممانعت کے باوجود مطالعہ کی پابندی:

مطالعہ کتب کا کچھ ایسا ذوق وشوق تھا کہ کسی قیمت پر اس معمول میں ناغہ گوارا نہ تھا۔ ایک مرتبہ اجمیر مقدس میں آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور کتب بینی کی سخت ممانعت کردی اس کے باوجود تکلیف کی پرواہ کئے بغیر مطالعہ میں مصروف رہے اور اسباق کا ناغہ نہ کیا۔ اپنی مطالعہ کی عادت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خود حضرت محدث اعظم پاکستان فرماتے تھے کہ میں جب فقہ کی کتاب منیۃ المصلی پڑھا کرتا تھا تو ساتھ فتاویٰ شامی کا بھی مطالعہ کیا کرتا تھا۔

اُستادِ محترم کے جوتے سیدھے کرنے میں سبقت:

حضرت شیخ الحدیث اپنے اُستادِ محترم کا کس قدر ادب واحترام کرتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوگا۔ چنانچہ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری بیان کرتے ہیں: "جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو صدر الشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب کو ایک کتاب (غالباً قطبی) کا درس دیتے تھے۔

ہم لوگ حضرت کی درس گاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے تو ہم میں سے ہر ایک صدرالشریعہ کی نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے چنانچہ کچھ روز کے بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تاکہ دونوں برابر فیض اُٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے۔"

سبحان اللہ! اُستاذ محترم کے ادب کی کیسی خوبصورت مثال ہے۔ یاد رہے کہ حضرت صدرالشریعہ کے یہ وہ دو قابل فخر شاگرد ہیں جن کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا: "میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے۔" واقعی ان دونوں شاگردانِ رشید نے حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ سے پڑھنے کا حق ادا کر دیا۔

سالانہ امتحان میں نمایاں کامیابی:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی شبانہ روز محنت رنگ لائی اور انہیں درس نظامی کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ امتحان کیلئے مولانا فضل حق رامپوری جو پرانے مدرس تھے معقولات کی تعلیم کا پورا پورا ملکہ رکھتے تھے، بلائے گئے۔ ان کے سامنے میر زاہد، حماسہ، قاضی مبارک، صدرا، شمس بازغہ، تلویح، کتابیں امتحان کیلئے پیش کی گئیں، امتحان کیلئے کسی جگہ اور اوراق کی پابندی نہ تھی۔ ممتحن صاحب کو اختیار تھا کہ جہاں سے چاہیں پوچھیں، امتحان لیا تو بہت خوش ہوئے۔ مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب، مولانا سردار احمد صاحب، مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھی و مولانا رفاقت حسین مظفر پوری ان چاروں کی ایک جماعت تھی۔ ان کے امتحان سے ممتحن صاحب نہایت خوش ہوئے بلکہ ان کے متعلق لکھا کہ "اس قسم کے طلبہ اس زمانے میں نایاب ہیں۔"

زیارتِ مرشد:

ایک موقع پر حضرت شاہ سراج الحق، سلطان الہند خواجۂ اجمیر کے حضور حاضر ہوئے۔ وہاں درسگاہ جامعہ معینیہ عثمانیہ میں آپ سے حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات ہوگئی۔ حاضری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ اس وقت درس گاہ کی سیڑھیوں سے اُتر رہے تھے کہ حضرت پیر و مرشد اچانک نظر آئے۔ بے تابانہ حاضری کیلئے سیڑھیوں سے اُترنے لگے کہ گر پڑے۔ سر پر چوٹ آئی مگر پھر بھی قدم بوسی کر کے ہی دم لیا۔

دورِ طالب علمی میں تقویٰ وطہارت واتباعِ سُنّت:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ عام طلبہ کے برعکس ایک متقی و پرہیزگار اور باکردار طالب علم تھے۔ ایام اجمیر میں آپ کے ساتھی حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری آپ کے تقویٰ وطہارت اور اتباعِ سُنّت کو نہایت

شاندار الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں: " خوفِ الٰہی وخشیت ربانی، زہد وتقویٰ، اتباعِ سُنّت آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ ہر قول وفعل تمام حرکات وسکنات، نشست وبرخاست میں اتباعِ سُنّت ملحوظ رکھتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اس قدر پابند سُنّت اور متبع شریعت تھے کہ آپ کے لیل ونہار، خلوت وجلوت کے تمام حالات سُنّتِ کریمہ کے مطابق ہوتے۔"

دورۂ حدیث سے فراغت:

اسی سال یعنی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں حضرت شیخ الحدیث اور ان کے ہم درس ساتھیوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے حدیث کی تعلیم مکمل کی۔

دورانِ تعلیم گھر سے آنے والے خطوط نہ پڑھے:

اکثر طلبا اسباق کا ناغہ کر کے اپنا تعلیمی نقصان کر بیٹھتے ہیں لیکن حضرت شیخ الحدیث ناغہ کجا گھر سے آنے والے خطوط بھی اس خیال سے نہ پڑھتے کہ کہیں یکسوئی میں فرق نہ آ جائے۔ اور یہ سب خطوط فارغ التحصیل ہونے کے بعد پڑھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں: " دورانِ تعلیم گھر سے مجھے خطوط آتے تو میں ایک مٹکے میں ڈالتا رہا، پڑھتا نہیں تھا اور جب تعلیم سے فارغ ہوا تو سب خطوط ایک ہی مرتبہ پڑھ کر سب کیلئے دُعا کر دی کیوں کہ کسی خط میں لکھا تھا فلاں بیمار ہے اور کسی میں لکھا تھا کہ فلاں فوت ہو گیا ہے وغیرہ۔"

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اندازاً ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں درسِ نظامی کا آغاز کیا اور ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی۔ یوں آپ کا تعلیمی دورانیہ تقریباً دس برس پر محیط ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے بھی ایک جگہ دس برس کی تھوڑی سی مدت میں آپ کا علم کا دریا بنتا بیان کیا ہے۔

تدریس

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ بے مثل محدث، عظیم فقیہ، کہنہ مشق مدرس، کامیاب مناظر، بالغ نظر مفتی، بہترین مصنف، بافیض شیخ طریقت اور اعلیٰ پائے کے خطیب تھے۔ چاہتے تو دین کی خدمت کیلئے تدریس کے بجائے کوئی اور میدان منتخب فرما لیتے لیکن اس شعبے میں قحط الرجال کو دیکھتے ہوئے اپنے اُستاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ کی اتباع میں آپ نے خود کو دینی علوم کی تدریس کیلئے ہمہ تن وقف کر دیا۔ خوش قسمتی سے فارغ التحصیل ہوتے ہی آپ نے اپنی مادرِ علمی دار العلوم منظر اسلام بریلی سے ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں

تدریس کا شاندار آغاز کیا۔

حضرت شیخ الحدیث کا پہلا درس:

کسی درس گاہ میں معلم کے پہلے درس کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔طلبہ پہلے درس میں ہی اُستاد کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں۔ جسے بعد میں تبدیل کرنا مشکل ہوتا ہے۔اس تناظر میں حضرت شیخ الحدیث کے پہلے درس کی روداد مولانا محمد ابراہیم خوشتر کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:" جامعہ منظر اسلام جہاں آپ کو مطالعہ کیلئے لالٹین فراہم کی گئی تھی اب آپ کو وہاں علم و دانش کی روشنی پھیلانے کیلئے مقرر کیا جا چکا تھا۔ ہدایہ اخیرین کا درس شروع ہونے والا تھا طلبہ متن اور شرح کی عبارتوں کو یاد کئے سوال و جواب کے ہتھیار سے آراستہ اپنے اُستاذ گرامی کے سامنے حاضر تھے۔

حضرت سیدی و اُستاذی شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے یہ واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ طلبہ اس سے پہلے کہ مسائل فقہ میں کچھ کہتے ،شرح و متن میں اُلجھتے ،اعتراضات کرتے آپ نے فقہ و اصول فقہ سے متعلق چند سوالات ارشاد فرمائے۔ ہدایہ اخیرین کے طلبہ دم بخود لا جواب تھے۔فقہ دانی کا سارا نشہ ہرن تھا اور انہیں یہ شعور ہو چلا تھا کہ آج قطرے نے بحرِ علم کے ساحل کو پالیا ہے۔"

حضرت حجۃ الاسلام کے تأثرات:

ادھر یہ پُر لطف چھیڑ چھاڑ تھی اور اُدھر حضرت شیخ الحدیث کے مرکز آرزو، مرجع خواص و عوام حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں اس علمی منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔فرطِ مسرّت سے آپ کی باچھیں کھلی تھیں۔اپنے صاحبزادے حضرت جیلانی میاں سے بار بار ارشاد فرماتے:" دیکھو کل کی بات ہے مولانا نے اسی مدرسہ میں میزان شروع کی تھی اور آج خود علم کے میزان دکھائی دے رہے ہیں۔" ادھر مسلسل داد و تحسین تھی اور ادھر شیخ الحدیث تقریر ہدایہ اخیرین میں فقہ اور موضوع فقہ پر سیر حاصل گفتگو فرما رہے تھے۔

تمامی رسل راست سردار احمد:

حضرت محدث اعظم پاکستان ایک مرتبہ حمدُ اللہ پڑھا رہے تھے۔حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز ایک طرف کھڑے ہو کر آپ کا تدریسی انداز و کلام ملاحظہ فرماتے رہے اور پھر اچانک جلوہ افروز ہوئے اور فرحت و مسرت سے فرمایا:"مولانا میرے خیال میں ابھی تمہارے متعلق آیا ہے کہ آپ جو فتویٰ لکھتے ہیں اس پر اپنی مہر میں

یہ کندہ کروائیں:

بنہ سر بخاک در دار احمد
کہ جملہ رسل راست سردار احمد

یا یوں لکھیں:

بسردار سر سردار احمد
تمامی رسل راست سردار احمد

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے قلم سے لکھا کاغذ کا ایک پرانا متبرک ٹکڑا حضرت محدث اعظم پاکستان کے کتب خانے میں محفوظ و موجود تھا۔ جس میں حجۃ الاسلام کے قلم سے لکھا ہوا تھا:

بجاں دار و دلدار و سراور احمد
کہ جملہ رسل راست سردار احمد
تمامی رسل راست سردار احمد

صدر المدرسین:

دار العلوم منظر اسلام میں حضرت شیخ الحدیث کا تقرر بطور مدرس دوم ہوا تھا لیکن کم و بیش تین سال کے بعد جب حضرت صدر الشریعہ، حاجی غلام محمد کی دعوت پر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لے گئے تو ان کی جگہ پر آپ صدر المدرسین کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اس منصب پر آپ دو برس فائز رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے درس نظامی کے جملہ فنون کی منتہی کتابیں مثلاً شرح عقائد، خیالی، امور عامہ، حمد اللہ، قاضی مبارک، صدرہ، ملا حسن، ملا جلال، شمس بازغہ، شرح جامی، ہدایہ اخیرین اور کتب دورۂ حدیث اپنی خداداد استعداد سے ایسی پڑھائیں کہ طلبہ کے دلوں میں آپ کے علم کا سکہ بیٹھ گیا۔

ان کتب کی تدریس حلقہ علماء میں باعث افتخار ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنی تدریس کے آغاز میں ان منتہی کتب کو پڑھا کر حلقۂ علماء میں مقبولیت حاصل کر لی۔ دور و نزدیک کے طلبہ آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کیلئے آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونا شروع ہو گئے اور آغاز ہی میں آپ کا شمار اکابر علماء میں ہونے لگا۔

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کا قیام:

۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی، معرض وجود میں آیا۔ ہوا یوں کہ حضرت شیخ الحدیث اور مولانا عبدالعزیز محدث بجنوری بعض ناگزیر حالات کے سبب انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں توکل علی اللہ مسجد بی بی جی مرحومہ میں آن بیٹھے۔ ان کے ساتھ ہی سو کے قریب طلبہ بھی آگئے۔ نہ طلبہ کا کوئی کفیل تھا نہ ان مدرسین حضرات کے مشاہرہ کا کوئی ذمہ دار خَشْیَۃً لِلّٰہِ تعلیم شروع ہوگئی اور طلبہ ہر چہار طرف سے آنے لگے۔

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مرد ماں، مرغ و مور گرد آیند

سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں آباد:

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ کے اصرار پر مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے اس دارالعلوم کی سرپرستی قبول فرمائی۔ آپ نے سالہا سال تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے تمام اخراجات خود برداشت کئے جس سے آپ مقروض بھی ہوگئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیگر اساتذہ کے ایثار، محنت، خلوص اور مسلسل مجاہدانہ مساعی سے، تھوڑے ہی عرصہ میں یہ دارالعلوم دنیائے سنّیت کا ایک ممتاز اور مرکزی دارالعلوم بن گیا۔ دراں حالیکہ مدرسہ کی نہ کوئی عمارت تھی نہ طعام وقیام کا معقول انتظام۔ سچ ہے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بغیر عمارت کے وہ خدمات انجام دیں جو بڑی بڑی عمارات میں رہ کر ممکن نہیں، اقبال نے درست ہی تو کہا تھا:

جہانِ تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں آباد

یہاں آپ نے شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ/جولائی ۱۹۴۷ء تک شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے۔ یوں دارالعلوم مظہر اسلام میں آپ کا عرصۂ تدریس تقریباً دس برس پر مشتمل ہے۔

فیصل آباد تشریف آوری:

آپ نے مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی جو ان دنوں بغرض حج حرمین شریفین میں مقیم تھے سے استصواب کیا کہ آیا ساروکی رہ کر دین کی خدمت کروں یا لائل پور میں؟ مفتی اعظم کی دوربین نگاہوں نے بھانپ لیا کہ حضرت شیخ الحدیث کی عالمی تبلیغی سرگرمیوں کیلئے ساروکی کا دیہاتی ماحول نہیں بلکہ لائل پور جیسا مرکزی

شہر زیادہ موزوں ہے لہٰذا آپ نے دیارِ حبیب سے جو جواب مرحمت فرمایا اس میں لائل پور میں خدمتِ دین انجام دینے کی طرف اشارہ تھا۔ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ / جولائی ۱۹۴۹ء میں آپ لائل پور (فیصل آباد) تشریف لے آئے۔ ابتداء میں آپ کا قیام محلہ سنت پورہ میں تھا۔ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ نئے تعلیمی سال (شوال ۱۳۶۸ھ) سے تدریس کا آغاز کر دیا جائے۔

جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا قیام:

نئے تعلیمی سال سے آپ نے گھر پر ہی تدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ جامعہ رضویہ کے اولین طالب علم مولانا مفتی محمد امین شرق پور سے، مولانا معین الدین شافعی کراچی سے، مولانا عبدالقادر احمد آبادی بھیرہ سے، مولانا ابوداؤد محمد صادق علی پور سیداں سے اور دیگر طلبہ حاضر ہو گئے اور درسِ حدیث کا آغاز ہو گیا۔

شاہی مسجد، گول باغ جو ان دنوں بغیر چھت کے تھی، کے احباب کی دعوت پر ابتداء میں آپ نے یہاں خطبۂ جمعہ اور اکتوبر ۱۹۴۹ء میں درسِ حدیث کے اسباق جاری فرما دیئے۔ پھر تادمِ آخر آپ نے یہیں تدریس فرمائی۔ یوں آپ کا عرصۂ تدریس تیس سے زائد برسوں پر محیط ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کی آمد کی برکت سے شاہی مسجد تعمیر ہوئی پھر طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی عمارت کا سنگِ بنیاد شاہی مسجد سے ملحق گول باغ میں رکھا گیا۔ سنگِ بنیاد رکھنے کی عظیم تقریب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ / ۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو بعد نمازِ عصر منعقد ہوئی جس میں آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔

وعظ و تقریر

اگرچہ تدریس، تبلیغ کی احسن صورت ہے۔ لیکن عوام الناس پر براہِ راست اثرات مرتب کرنے کے حوالے سے تقریر کی اہمیت کا انکار بھی ممکن نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اس ذریعۂ تبلیغ کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ لہٰذا آپ دن کو تدریس کے فرائض سرانجام دیتے اور رات کو فیصل آباد کی گلی گلی، کوچے کوچے میں عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کی خوشبوئیں اور حسنِ عمل کے موتی بکھیرتے۔

خطبۂ جمعہ:

سُنّی رضوی جامع مسجد میں آپ کا خطبۂ جمعہ بہت مقبول تھا۔ جسے سننے کیلئے نہ صرف فیصل آباد بلکہ ارد گرد کے دیہاتوں اور دوسرے شہروں سے لوگ بڑے ذوق و شوق سے حاضر ہوتے۔ حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق

بیان کرتے ہیں: مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چونکہ ہر جمعہ کو ایک معتدبہ تعداد کا اضافہ ہوتا۔ اس لئے ہر مرتبہ نمازِ جمعہ کا سلام پھیرنے کے بعد اگلی صفوں والے فوراً اُٹھ کر دور تک پھیلی ہوئی پچھلی صفوں پر نظر دوڑاتے اور ہر مرتبہ جمعہ میں شرکت کرنے والوں میں اچھی خاصی تعداد کا اضافہ دیکھ کر نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے اور حمدِ الٰہی بجالاتے۔ جب چھوٹا "گول باغ" حاضرین کی دن بدن بڑھتی ہوئی تعداد کو اپنے اندر نہ سمو سکا تو پھر سڑک کی دوسری طرف بڑے "گول باغ" میں نمازِ جمعہ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ بعدازاں بڑے گول باغ میں عظیم الشان "سنّی رضوی جامع مسجد" تعمیر ہوئی لیکن مجمع تھا کہ بڑھتا ہی چلا جارہا تھا۔ یہاں تک کہ مسجد بھر جانے کے بعد جھنگ بازار اور پھر ارشد مارکیٹ میں صفیں بچھانا پڑتیں۔

چھ گھنٹے مسلسل تقریر:

خطبۂ جمعہ کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی قرب وجوار کے دیہاتوں اور شہروں میں تقاریر بھی مسلکِ اہلسنت کی ترویج واشاعت اور فروغِ رضویت کا اہم ذریعہ تھیں۔

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے کا ایسا ذوق وشوق تھا کہ آپ لمبی لمبی تقاریر کرکے بھی نہ تھکتے اور کیوں تھکتے کہ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کی روحانی غذا تھی۔ یونہی سامعین بھی آپ کی دلنشیں، شیریں اور پُرخلوص گفتگو سے متاثر ہوکر تھکن بالکل محسوس نہ کرتے۔ ایک مرتبہ بیرون دہلی دروازہ ملتان کے احباب نے خیرالمدارس کے باہر جلسہ رکھ دیا۔ آپ نے چھ گھنٹے مسلسل عظمت وشانِ رسالت اور حقانیتِ مذہب اہلسنت پر زبردست محققانہ بیان فرمایا۔ نہ آپ تھکے اور نہ ہی مجمع میں کوئی بدمزگی پیدا ہوئی۔

علماء ومبلغین کے لئے ہدایات:

آپ علماء ومبلغین کو بالعموم اور جامعہ رضویہ کے فضلاء کو بالخصوص مندرجہ ذیل ہدایات فرماتے:

(۱) وقارِ علم وعلماء کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ کوئی ایسا کام نہ کریں کہ وقارِ علماء مجروح ہو۔

(۲) آپ دین کے مبلغ اور ترجمان ہیں آپ کا کردار بے داغ ہونا چاہئے۔

(۳) دنیاداروں سے بے تکلفانہ روابط قائم نہ کریں۔

(۴) بے ضرورت بازار میں نہ جائیں اور نہ کسی دکان پر بیٹھیں۔

(۵) آپ ہوں اور کتابوں کا مطالعہ۔

(۶) بیان ٹھوس کریں۔ مسئلہ جو بیان کریں اس کا ثبوت تحقیقاً یا الزاماً آپ کے پاس ہو۔

(۷) لباس ہمیشہ اُجلا اور اعلیٰ پہنیں۔

(۸) شیروانی استعمال کریں اس سے علماء کا وقار بلند ہوتا ہے۔

(۹) عمدہ جوتا استعمال کریں تاکہ دنیاداروں کی نگاہ عالم کے جوتوں پر رہے۔

(۱۰) نمازیوں سے اخلاق سے پیش آئیں۔

(۱۱) جو سُنّی دھوکے میں ہیں ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔

ملی وسیاسی خدمات

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی حیاتِ طیبہ کا زیادہ حصہ درس وتدریس میں بسر ہوا۔ تدریس اتنا مشکل کام ہے کہ مدرس کیلئے اس سے ہٹ کر کسی اور جانب توجہ کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات قوم پر ایسی مصیبت آن پڑتی ہے کہ مدرس کیلئے اس سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں رہتا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بھی قوم پر مصیبت کا ایسا وقت آتا دیکھا تو بھرپور طریقے سے ان مصائب کو دور کرنے اور قوم کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی ان ملی خدمات کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

تحریکِ مسجد شہید گنج:

ربیع الاول ۱۳۵۶ھ / جون ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو ظلماً شہید کر دیا۔ سکھوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ جگہ مسجد نہیں بلکہ گوردوارہ ہے۔ مسلمانوں کا موقف یہ تھا کہ یہ عمارت ہمیشہ مسجد رہی ہے۔ سکھوں نے اپنی عملداری میں اس مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر دیا تھا۔

مسجد کا شہید ہونا تھا کہ برصغیر کے طول وعرض میں مظاہرے اور جلسے شروع ہو گئے۔ یہ مسئلہ صرف لاہور کا نہیں بلکہ برصغیر کے تمام مسلمانوں کا دینی مسئلہ بن گیا۔ شاہی مسجد لاہور سے نکلنے والے احتجاجی جلوس کے قائدین میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی نمایاں تھے۔

انہی دنوں ایک استفتاء کے جواب میں مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نے ایک مفصل فتویٰ دیا۔ اس فتویٰ کی تصدیق وتائید جن علمائے کرام نے فرمائی ان میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا نام نمایاں حیثیت سے شامل ہے۔

تحریکِ پاکستان میں شرکت:

مسلمانوں کے علیحدہ وطن پاکستان کے قیام کیلئے آپ نے بھرپور جدوجہد فرمائی۔ اس مقصد کیلئے قائم اہل سنت کی ملک گیر تنظیم آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے کئی اجلاسوں میں آپ نے شرکت فرمائی۔

تحریکِ پاکستان کے ہراول دستے میں:

حضرت شیخ الحدیث نے اگرچہ کسی سیاسی جماعت کی رکنیت اختیار نہ کی تاہم عالمانہ وقار سے تحریکِ آزادی قائدانہ حیثیت سے کام کیا۔ اس امر کا اقرار خود مسلم لیگ کے ذمہ دار اراکین نے کیا۔ روزنامہ سعادت کے مدیر جناب تاج سیفی تحریکِ پاکستان کے سرگرم رکن تھے۔ انہوں نے بارہا روزنامہ سعادت میں حضرت شیخ الحدیث کی تحریکِ پاکستان میں خدمات کا ذکر کیا۔ ایک بیان ملاحظہ ہو:

"حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ساتھ میں نے متعدد مقامات پر سفر کیا۔ آپ کا شمار تحریکِ پاکستان کے ہراول دستہ میں ہوتا ہے۔"

قیامِ پاکستان پر اظہارِ مسرت:

جمعۃ الوداع (۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ / ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء) کا خطبہ آپ نے اپنے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں دیا۔ اس موقع پر آپ نے قیامِ پاکستان پر اظہارِ مسرت فرماتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا اور لوگوں کو نئے اسلامی ملک کے قیام پر مبارکباد دی۔

تحریکِ ختمِ نبوت:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ، مناظروں اور تقریروں سے مرزائیت کا ردّ فرمایا۔ ۵۳-۱۹۵۲ء میں جب تحریکِ ختمِ نبوت چلی تو اس کا مطالبہ یہ تھا کہ مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے نیز ظفر اللہ خان کو وزیرِ خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے۔ ان مطالبات کو حکومت سے منوانے کیلئے تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل ایک "مجلس عمل" تشکیل دی گئی۔ اس مجلس میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو نظریہ پاکستان کے مخالف اور قیامِ پاکستان کے سخت دشمن تھے۔ علاوہ ازیں ان کے عقائد قادیانوں سے بھی زیادہ خطرناک تھے۔ انہی عناصر نے تحریک کا رخ توڑ پھوڑ، بدامنی اور دنگا فساد کی جانب پھیر دیا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو تحریک کے مطالبات یعنی مرزائیوں کی کلیدی عہدوں سے برطرفی وغیرہ

سے اتفاق تھا۔ لیکن مجلس کے طریقہ کار سے اتفاق نہیں تھا۔ نیز آپ بد مذہبوں، وہابیوں، دیو بندیوں اور شیعوں سے اتحاد کے زبردست مخالف تھے۔ لہٰذا آپ مجلس سے باہر رہ کر مرزائیوں اور دیگر مخالفین اہلِ سنت کا ڈٹ کر رد فرماتے رہے۔ اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں پیش کرتے رہے۔

ردّ و مناظرہ

تدریس و تبلیغ کے اہم اور ضروری کام کے دوران بعض ایسے افراد سے بھی سامنا ہو جاتا ہے جو نہ تو خود بات ماننے کیلئے تیار ہوتے ہیں اور نہ ہی متلاشیانِ حق کو کسی مبلغ کی بات سننے دیتے ہیں۔ یہ شر پسند افراد نہ صرف اپنے گمراہ کن عقائد و نظریات کے درست ہونے پر اصرار کرتے ہیں بلکہ اشاعتِ مسلک اہلسنت کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ ان سے نمٹنے کا بہترین طریقہ مناظرے کا انعقاد ہے۔ جس سے یہ افراد راہِ راست پر آ جائیں تو بہت بہتر ورنہ حاضرین و سامعین کو بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ حق پر کون ہے؟ کس کا عقیدہ قرآن و سنت کے عین مطابق ہے؟ اور کون صرف فساد اور بدامنی پھیلانے کا مرتکب ہو رہا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کہنہ مشق مدرس اور بہترین مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب مناظرِ اسلام بھی تھے۔ آپ جہاں جہاں مناظرے کیلئے تشریف لے گئے فتح و کامیابی نے آگے بڑھ کر آپ کے قدم چومے۔

دورِ طالب علمی میں مناظرہ کی مشق:

اجمیر شریف کے دورِ طالب علمی میں ایک بار حضرت محدث اعظم پاکستان اپنے ایک ہم سبق ساتھی کے ساتھ مناظرہ کی مشق کر رہے تھے کہ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی تشریف لے آئے اور چھپ کر یہ مشقِ مناظرہ دیکھنے لگے۔ حضرت محدث اعظم کی قوتِ استدلالیہ، اندازِ بیاں اور الزامی و تحقیقی سوالات و اعتراضات اور جوابات سے بہت متاثر ہوئے۔ جب یہ کاروائی ختم ہوئی تو انہوں نے آگے بڑھ کر حضرت شیخ الحدیث کو سینے سے لگا لیا اور آپ کی پیشانی مبارک چومی اور بے شمار دعائیں دیں۔

دورِ طالب علمی کے مناظرے:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے دورِ طالب علمی میں ہی مناظرے میں مہارت حاصل کر لی تھی لہٰذا آپ اپنے اُستاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے اہلسنت کے ساتھ معاون مناظر کے طور پر شرکت فرماتے۔ آپ نے اپنے دورِ طالب علمی میں آنولہ ضلع بریلی، خام سرائے بریلی،

سلانوالی سرگودھا اور دیگر کئی مقامات پر مناظرہ میں شرکت فرمائی اور بدمذہبوں کا خوب ردّ فرمایا۔

فراغت کے بعد کے مناظرے:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے دور طالب علمی کی کامیابیاں ہیں کہ عوام تو عوام جلیل القدر علمائے کرام بھی آپ کی مناظرانہ مہارت کو زبردست خراج تحسین پیش کررہے ہیں تو بعد از فراغت کامیابیوں کا عالم کیا ہوگا؟

تاریخی مناظرہ بریلی:

بریلی کا چارروزہ یہ تاریخی مناظرہ ۲۳۔۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ / ۲۸۔۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیوبندیوں کے مشہور مناظر مولوی منظور نعمانی کے درمیان ہوا۔ اس مناظرے میں اللہ رب العزت نے آپ کو عدیم المثال کامیابی عطا فرمائی۔ اس کامیابی پر آپ کی کنیت ابوالمنظور مشہور ہوگئی۔ بعد میں صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب کی ولادت پر ابوالفضل ہوئی۔

اکابرین اہل سنت کی جانب سے جلسہ ہائے تہنیت:

بریلی میں اس فتح کی خوشی میں مبارکبادی کے متعدد اجلاس حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی زیرِ صدارت منعقد ہوئے۔ بالخصوص ایک جلسۂ تہنیت حضرت صدرالشریعہ نے اپنی جانب سے دارالعلوم منظر اسلام میں منعقد کیا، حضرت ممدوح نے مناظر اہل سنت مولانا سردار احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا اجمل شاہ صاحب کی اپنے دستِ اقدس سے دستار بندی فرمائی اور پھولوں کے ہار پہنائے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ مفتی محمد حامد رضا خاں صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ نے مناظر اہل سنت کو مندرجہ ذیل مکتوب مبارکباد تحریر فرمایا جس میں لکھا: "فقیر اس فتح نمایاں کی مبارکباد دیتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ اعدائے دین پر آپ کو مظفر و منصور رکھے اور آپ کا بول بالا، اہلِ باطل کا منہ کالا کرے۔ بریلی میں اس فتح مبین کا سہرا آپ کے سر رہا۔"

اہل سنت کی فتح مبین کی خبر فرحت اثر سن کر جو مسرت حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں کو ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت ممدوح کی جانب سے جلسۂ تہنیت منعقد ہوا اور مولانا سردار احمد صاحب کو دستار فضیلت پہنائی۔ یہ دستار فضیلت یعنی "تاج الفتح" اب بھی حضرت محدث اعظم کے تبرکات میں موجود ہے۔

دیگر مناظرے:

مناظرہ بریلی کے علاوہ آپ نے کئی اور بھی مناظرے فرمائے اور باطل کا ردِ بلیغ فرمایا۔ مناظرۂ آگرہ، مناظرۂ بمبئی، مناظرۂ نانپارہ، مناظرۂ رامپور، مناظرۂ بھکھی، مناظرۂ احمد آباد، مناظرۂ سورت، مناظرۂ میانی وانا ؤ اور مناظرۂ دھاریوال کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے مرزائیوں سے بھی بدایوں اور دیال گڑھ کے مقام پر مناظرے فرمائے اور مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائی۔

دینی مدارس کا قیام

تبلیغ اسلام کیلئے مبلغین کی تربیت و تیاری بہت ضروری ہے۔ یہ اہم فریضہ دینی مدارس میں انجام پاتا ہے۔ منبر و محراب کی آبادی بھی مدارس ہی کے دم قدم سے ہے۔ کفار و منافقین کی اسلام کے خلاف پھیلائی گئی سازشوں کا توڑ بھی دینی مدارس کے فضلاء ہی کرتے ہیں۔ مدارس دینیہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے دینی مدارس کے قیام کو اپنی اولین ترجیح قرار دیا۔ آپ کی سرپرستی و اہتمام سے جو مدارس قائم ہوئے ان کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

(۱) دارالعلوم مظہر اسلام بریلی:

۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں انتہائی بے سر و سامانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے آپ نے مسجد بی بی جی میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی قائم فرمایا۔ اس حال میں کہ نہ طلبہ کا کوئی کفیل تھا اور نہ مدرسین کی تنخواہ کا کوئی ذمہ دار۔ لیکن آپ کے عزم و ہمت اور تدریس کی خوبی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مدرسہ تھوڑے عرصہ میں ہی دنیائے سنیت کا سب سے بڑا دارالعلوم بن گیا۔ چہار جانب سے طلبہ جمع ہو گئے۔ یوپی کے علاوہ بہار، بنگال، پنجاب، سرحد، بمبئی حتیٰ کہ افغانستان کے طلبہ کا کثیر اجتماع تھا۔ ہر سال تیس سے لے کر چھتیس تک علماء فارغ التحصیل ہوتے۔ یہ دارالعلوم آج بھی علم و عرفان کے دریا مسلسل بہا رہا ہے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے صدقۂ جاریہ کے طور پر اخروی درجات میں بلندی کا سبب بنا ہوا ہے۔

(۲) جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد:

قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصے بھکھی، ساروکی اور بریلی شریف میں تدریس فرمائی۔ اس دوران پاکستان بھر سے علماء و مشائخ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرانے اور تدریس فرمانے کیلئے آمادہ کرتے رہے لیکن آپ نے

اپنے مستقل قیام، درس وتدریس اور تبلیغ دین کیلئے لائل پور (فیصل آباد) کو مرکز بنانے کا عزم فرمالیا۔

جامعہ رضویہ کی شاخیں:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فارغ التحصیل علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ: "عہد کرو گھر جا کر دکان نہیں کریں گے، ماسٹر نہیں بنیں گے، علم دین حاصل کیا ہے تو علم دین پھیلائیں، تدریس وتبلیغ کا شغل اختیار کریں۔" اس نصیحت اور بار بار کی تلقین ہی کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کے تلامذہ نے دینی مدارس کے قیام کو ہر کام پر ترجیح دی۔ آپ کی کوشش اور دعاؤں کے طفیل وصال شریف تک تقریباً ۸۰ مدارس قائم ہو چکے تھے۔ جب تلامذہ مدرسہ کا نام تجویز کرنے کی درخواست کرتے تو آپ ایسا نام رکھتے جس سے بزرگانِ دین، اکابر اہلسنت کی نسبت کا بیان ہوتا مثلاً مدرسہ غوثیہ رضویہ، مدرسہ قادریہ رضویہ، مدرسہ حنفیہ رضویہ، مدرسہ چشتیہ رضویہ، مدرسہ نوریہ رضویہ، مدرسہ سراجیہ رضویہ وغیرہ وغیرہ۔

ان سب مدارس کا الحاق جامعہ رضویہ سے ہوتا اور ان میں وہی نصاب پڑھایا جاتا جو جامعہ رضویہ میں مقرر تھا۔ اسے آپ کی کرامت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ بارہ سال کی قلیل مدت میں آپ نے جامعہ رضویہ جیسا مرکزی دارالعلوم اور اتنی زیادہ شاخیں قائم فرمادیں۔

اخلاق وعادات

عالم اگر اپنے حاصل کردہ علم پر عامل نہ ہو تو علم بجائے نعمت کے زحمت بنتا چلا جاتا ہے۔ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ ایک باعمل عالم تھے۔ آپ کے اخلاق وعادات قرآن وحدیث کی تعلیمات کے عین مطابق تھے بلکہ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آپ کی حیاتِ طیبہ کے تمام اوقات ذکرِ الٰہی سے مزیّن اور جملہ افعال سنتِ نبوی کے آئینہ دار تھے۔ آپ کے مقدس معمولات وعادات کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

ذوقِ عبادت:

عبادت کا ایسا ذوق وشوق تھا کہ بچپن میں ہی چلتے پھرتے ذکر کرتے اور نعت پڑھتے رہتے۔ والد ماجد کی انگلی پکڑ کر مسجد میں جاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ آپ کی نماز روایتی نماز نہ ہوتی بلکہ بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا تصور ذہن پر غالب رہتا۔ اجمیر شریف کے زمانہ طالب علمی میں آپ کی نمازوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "سلسلہ کے وظائف اور نماز باجماعت کے

پابند تھے۔ خشیتِ ربانی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب امام سے آیت ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کی کیفیات ہیں۔ اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور آپ کے مقامِ رفیع کا پتہ چل سکتا ہے۔

توکل علی اللہ:

آپ کی حیات طیبہ کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل بھروسہ جلوہ آرا نظر آتا ہے۔ چشمِ تصور سے ذرا دیکھئے کہ فیصل آباد کا اجنبی اور مخالفانہ ماحول اور بریلی کے نامور شیخ الحدیث کا ایک چبوترے پر بیٹھ کر درسِ حدیث شروع کر دینا، مخالفوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود مدرسہ اور پاکستان کی عظیم الشان مسجد کی بنیاد رکھ دینا۔ اپنوں، بیگانوں کی جانب سے سازشوں حتیٰ کہ قاتلانہ حملوں کے باوجود پایۂ ثبات میں لغزش نہ آنا بغیر خدا پر توکل اور بھروسے کے کیا ممکن نظر آتا ہے؟

عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء:

اس عقیدے پر پوری اُمت کا قطعی، یقینی اجماع ہے کہ ایمان کی جان عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تمام رشتوں، ناتوں، دوستیوں اور تعلقات سے بڑھ کر اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں تو ایمان نامکمل ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں
ہست حُبِّ رحمۃ للعالمین

حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے اخلاق و عادات کی سب سے نمایاں بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ محبت ہے۔ ان کے اس وصفِ خاص کا اظہار صرف ان کی زبان ہی سے نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ ان کے دل میں رچا ہوا اور رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔

اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ:

اللہ کی رضا کی خاطر دوستی اور اسی کی خاطر دشمنی تکمیلِ ایمان کیلئے ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ

جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی سے محبت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی سے عداوت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی کو کچھ دیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی کو کچھ نہ دیا اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے اس حدیث پاک پر یہاں تک عمل کیا کہ اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے تعلقات تو کجا عمر بھر مصافحہ تک نہ کیا۔ عمر کے آخری ایام میں حضرت سید معصوم شاہ نوری سے فرمایا: "شاہ صاحب! میری دو باتوں کے گواہ رہنا۔ ایک تو یہ کہ یہ فقیر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا مرید اور غلام ہے دوسری یہ کہ اس فقیر نے عمر بھر کسی بے دین سے مصافحہ نہیں کیا۔"

صدارت نہیں سدا ردّ:

جس طرح آپ بد مذہبوں اور بے دینوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے ویسے ہی آپ ان کے جلسوں اور جلوسوں میں بھی شرکت سے گریز فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ دیوبندیوں، وہابیوں کا ایک وفد حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے پروگرام کے مطابق ایک مخلوط مشترکہ جلسہ کی صدارت کیلئے آپ سے عرض کیا تو آپ نے فوراً جواب دیا: "فقیر ایسے جلسوں کی صدارت نہیں کرتا بلکہ ان کا سدا ردّ کرتا ہے۔" اس پر وفد کے ارکان لاجواب ہو کر چل دیئے۔

تقویٰ و پرہیزگاری

حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ علم و عمل کا حسین امتزاج ہونے کے ساتھ ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب بھی دربار داتا گنج بخش قدس سرہٗ حاضر ہوتے تو راستے میں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لاہور دروازہ یا بازار داتا صاحب کی چھوٹی مسجد میں وضو فرما لیتے اور اکثر اوقات غسل بھی فرما لیتے۔ ایک مرتبہ حسب معمول غسل کیلئے آپ بازار داتا صاحب کی چھوٹی مسجد کے غسل خانہ میں تشریف لے گئے۔ اتفاق سے غسل خانہ میں لوٹا نہیں تھا۔ آپ نے مجاور داتا گنج بخش میاں لال بادشاہ جو وہاں مسجد میں موجود تھے، سے لوٹا طلب کیا۔ غسل کے بعد آپ نے میاں لال بادشاہ کو بتایا کہ جس وقت میں نے غسل خانہ میں سے لوٹا طلب کیا تھا، اس وقت میں نے تہ بند باندھ رکھا تھا۔ آپ یا کوئی اور غسل خانہ میں سے لوٹا طلب کرنے سے یہ نہ سمجھ لے کہ ننگے بدن کسی سے کلام کرنا یا کچھ طلب کرنا جائز ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ نقطۂ عروج ہے۔

جامعہ کے روپے پیسے میں احتیاط:

جامعہ رضویہ کے عطیات کے بارے میں آپ کی عادت اور اتقاء کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ دفتر جامعہ میں روپے پیسے کی گنتی ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں چھوٹے صاحبزادہ صاحب جو ابھی بچے تھے آگئے اور کھیلنے لگے۔ آپ نے کارکنوں کو تاکیداً سمجھا دیا کہ بچے کو ان پیسوں میں سے کچھ نہ لینے دیا جائے اگر وہ نادانی کی بناء پر کوئی روپیہ پیسہ اُٹھالے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔

کرامات

حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا عظیم عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عامل دین ہونا، ساری زندگی علوم دینیہ کی تبلیغ وتدریس میں بسر کرنا، خلفاء وتلامذہ کی صورت میں جلیل القدر مبلغین تیار کرنا۔ تصنیفات کا مقبول خاص وعام ہونا، عظیم الشان مساجد اور مدارس قائم کرنا، آپ کی معنوی کرامات ہیں۔ لیکن عوام الناس عموماً حسی کرامات ہی کو کرامت جانتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس نوع کی کرامات سے بھی حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا دامن بھرا ہوا ہے۔ کرامات کی یہ کثرت اور شریعت وسنت پر مداومت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ولایت میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ حصول برکت کیلئے یہاں چند کرامات ثقہ راویوں کے حوالے سے بیان کی جارہی ہیں:

پھولوں کا ہار:

وکیل اہلسنت چوہدری مختار احمد بیان کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ جب میں نماز تراویح کیلئے حضرت صاحب کے پاس جانے لگا تو میرا لڑکا بضد ہوا کہ وہ بھی ساتھ جائے گا۔ میں نے سوچا کہ وقت زیادہ لگتا ہے چھوٹے بچے کو کون سنبھالے گا، بچے کی والدہ مجھے کہنے لگی کہ آپ بچے کیلئے حضرت صاحب سے پھولوں کا ہار لائیں میں نے کہا ٹھیک ہے میں ہار لاؤں گا۔ اس پر بچہ راضی ہوگیا۔ جب میں مسجد پہنچا تو آندھی چلی اور بجلی فیل ہوگئی۔ ابھی نماز عشاء شروع نہ ہوئی تھی کہ ایک طالب علم اندھیرے میں پوچھتا پھر رہا تھا کہ وکیل صاحب کہاں ہیں؟ اندھیرے میں اس کی آواز سن کر میں نے اسے اپنے پاس بلالیا اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت صاحب نے آپ کے بچے کیلئے پھولوں کا ہار بھیجا ہے۔ میں نے وہ ہار لے لیا اور نماز کے بعد بچے کیلئے گھر لے گیا۔"

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

حضور محمد ابن حاجی اللہ دین (جھنگ صدر) آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ

دورۂ حدیث شریف پڑھا رہے تھے۔ تدریس سے فراغت کے بعد آپ نے باہر سے آئے ہوئے احباب کو شرف باریابی بخشا۔ ہر ایک کی خیریت دریافت فرمائی۔ جب حضور محمد کی باری آئی تو اس نے جرأت کر کے اپنے دیہاتی انداز میں عرض کیا: "حضور دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے اور اسی حمل سے عطا فرمائے"۔

حضرت محدّث اعظم یہ سوال سن کر مسکرا دیئے اور کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا: "اللہ تعالیٰ حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ، وسیلہ جلیلہ سے آپ کو اسی حمل سے بیٹا عطا فرمائے گا۔ اس کا نام محمد رمضان رکھنا اور وہ حافظ قرآن ہوگا"۔

ایک عرصہ بعد حضور محمد اپنے دوست صوفی عبدالرحمٰن سے ملا اور بتایا کہ ماشاء اللہ محمد رمضان اب قرآن مجید کا پانچواں پارہ حفظ کر رہا ہے"۔ یوں حضرت شیخ الحدیث کے فرمان کے مطابق بیٹا بھی ہوا اور وہ حافظ قرآن بھی بنا۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں:

حضرت علامہ پیر علاؤ الدین صدیقی سجادہ نشین نیریاں شریف کا بیان ہے کہ: "کشمیر کے علاقے میں مجھے بعض بے ادب لوگوں سے واسطہ پڑا تو ایک حدیث شریف کے سلسلے میں مجھے صحیح دلائل دینے تھے کہ اس کے راوی کون ہیں، کن کن کتابوں میں یہ حدیث شریف موجود ہے؟ مجھے تشویش لاحق ہوئی، بعد نماز مغرب حلقۂ ذکر ہو رہا تھا میں نے احباب سے کہا تاوقتیکہ میں خود نہ کہوں کہ ذکر بند کر دو، ذکر جاری رہے گا۔ ذکر جاری رہا میں خاموش، نگاہیں بند، اپنی فکر میں پیچاں وغلطاں، مجھے تھوڑی سی اونگھ آئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ محدّث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ میرے سامنے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ لکھو! میں تمہیں لکھوا دوں، حدیث شریف کہاں ہے اور راوی کون ہیں"۔

آفتاب رضویت تابندہ تھا تابندہ ہے
سن لیں اعداء آج بھی سردار احمد زندہ ہے

اساتذہ و مشائخ

الماس و یاقوت بے شک قیمتی ہوتے ہیں مگر الماس تراش کی تراش خراش انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے علماء کی علمیت و قابلیت ان کے اساتذہ کی مرہون منت ہے۔ ذیل میں حضرت

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں:

حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ (ولادت:۱۳۰۰ھ/وصال:۱۳۶۷ھ)

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ (ولادت:۱۲۹۲ھ/وصال:۱۳۶۲ھ)

حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفی رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ (ولادت:۱۳۱۰ھ/وصال:۱۴۰۲ھ)

حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی صابری علیہ الرحمۃ (ولادت:۱۲۸۴ھ/وصال:۱۳۵۰ھ)

مولانا حاجی پیر محمد خان علیہ الرحمۃ (ولادت:۱۸۸۷ء/وصال:۱۹۶۵ء)

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی علیہ الرحمۃ (ولادت:۱۸۹۸ء/وصال:۱۹۵۷ء)

سفر آخرت

علالت و آخری ایام:

شب و روز کی جاں گسل مصروفیات کا اثر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی صحت پر پڑا جس کے نتیجے میں آپ کی طبیعت بگڑنے لگی۔ پہلے پہل تو آپ نے بالکل پرواہ نہ کی اور اسی ضعف و نقاہت کے عالم میں حسب معمول درس و تدریس، وعظ و تقریر اور دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ/۸ اگست ۱۹۶۱ء کو عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر آپ جلسہ گاہ تک بڑی مشکل سے تشریف لائے۔ ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے ہزاروں تلامذہ و مریدین اور اکابر علماء و مشائخ آپ کی ناسازیٔ طبع سے بہت مغموم اور سخت متفکر ہوئے۔

اسی عرس کے موقع پر حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ صاحبزادہ محمد فضل رسول کو دستار سجادگی عطا فرمائیں اور انہیں اپنا خلیفہ اور قائم مقام مقرر فرمائیں۔ فرمایا: "اچھا پگڑی لاؤ یہ کام بھی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کر دے گا جس طرح حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے صاحبزادے کی دستار بندی پہلے ہو گئی تھی، وہ بھی درجات حاصل کر گئے"۔ چنانچہ بطور خلیفہ و جانشین حضرت صاحبزادہ محمد فضل رسول کی دستار بندی تمام احباب کی موجودگی میں سنی رضوی جامع مسجد میں کی گئی۔

احباب و اطباء کے مشورے پر آپ مری، ہری پور تشریف لے گئے اور پھر تقریباً ایک ماہ بعد فیصل آباد واپسی ہوئی۔

داتا دربار حاضری:

انہی ایام میں آپ نے دربار حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضری دی۔ علالت ونقاہت کے باعث سال بھر تک آپ دربار شریف کے اندر نہ جاسکے تھے، جب بھی حاضری دیتے، باہر سڑک پر ہی موٹر پر بیٹھے بیٹھے فاتحہ پڑھ لیتے۔ سیڑھیاں چڑھنا مشکل تھا۔ اس آخری حاضری میں اصرار فرمایا کہ اندر جاکر فاتحہ خوانی کروں گا۔ حضرت سید معصوم شاہ نوری علیہ الرحمۃ کے عرض کرنے کے باوجود آپ سیڑھیاں چڑھ کر اندر حاضر ہوئے۔ اس حاضری کے وقت آپ پر ایسا کیف طاری تھا جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

بغرض علاج کراچی روانگی:

فیصل آباد میں چند روز قیام اور علاج کے باوجود طبیعت بحال نہ ہوئی۔ کمزوری بڑھتی جارہی تھی۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، دیگر علمائے کراچی اور احباب اہل سنت نے پُر زور التجا کی کہ علاج کیلئے دوبارہ رضا مند ہوجائیں۔ آپ نے احباب کی دلجوئی کی خاطر فرمایا: "اچھا دن مقرر کرلو" اس پر مولانا معین الدین شافعی نے عرض کیا "بعد جمعہ جو کچھ ہو کام، اس کے ضامن شیخ نظام" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے جمعہ کے بعد ہم چلیں گے۔"

وصال شریف

حضرت محدث اعظم پاکستان نے وصال شریف سے تقریباً چھ ماہ قبل اشارے، کنایے میں اپنے وصال کا ذکر کرنا شروع کردیا تھا تاکہ احباب ہجر وفراق کے اس صدمے کو سہنے کیلئے ذہنی طور پر تیار ہوجائیں۔

وصال شریف سے تقریباً چھ ماہ قبل آپ نے خواب دیکھا جس میں اکابر اُمت، مشائخ عظام، حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی، صدر الافاضل بدر الاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مرشد برحق خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی صابری اور دیگر پاکانِ اُمت علیہم الرحمۃ کی زیارت فرمائی۔ یہ خواب احباب وخدام سے بیان فرماکر ارشاد فرمایا: "ان مشائخ عظام کی زیارت وملاقات سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ یہ فقیر خود ان سے جاملے"۔

دمِ آخر آپ کے کان میں اذان دی گئی اور سورہ یٰسین شریف، شجرۂ قادریہ رضویہ، درود تاج اور قصیدۂ غوثیہ پڑھا گیا اسی عالم میں رات ایک بج کر چالیس منٹ پر اللہ ہو کہتے ہوئے یہ آفتاب علم وفضل جس کی نورانی کرنوں سے عالمِ اسلام برسوں منور ہوتا رہا، ہمیشہ کیلئے روپوش ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کی شب کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے دنیائے علم و حکمت میں اندھیرا اچھل گیا۔

غسل و جنازہ:

کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والوں کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، مولانا محمد محسن فقیہ شافعی، مولانا محمد معین الدین شافعی، مولانا عبدالحمید، سیٹھ حاجی اسمٰعیل جمال، حاجی صوفی اللہ رکھا۔

بعد غسل آپ کو کفن پہنایا گیا، علامہ مفتی ظفر علی نعمانی نے کفن پر کلمہ طیبہ لکھا۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے "یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" لکھا اور مولانا محمد معین الدین شافعی نے "یا غوث اعظم دستگیر ما" لکھا۔

حضرت محدث اعظم کی موجودگی میں ایک مرتبہ سرکار غوث پاک کی منقبت پڑھتے ہوئے یہ شعر پڑھا گیا:

عزیزو! کر چکو تیار جب میرے جنازے کو
تو لکھ دینا کفن پر نام والا غوث اعظم کا

آپ نے اسی وقت وصیت فرمائی کہ مولوی معین! یاد رکھنا میرے کفن پر حضور آقائے کرم، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ضرور لکھنا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی کفن پر تحریر کیا گیا۔ جنازہ تیار کر کے آرام باغ لایا گیا۔ راستے میں حسب وصیت درود شریف، کلمہ طیبہ، نعت شریف، منقبت غوث پاک اور صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا۔ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے انجام دیے۔ ہزاروں افراد جنازے میں شریک تھے۔ کراچی کے تقریباً تمام علماء کرام و مشائخ عظام موجود تھے۔ جن میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، پیرزادہ سید عبدالقادر گیلانی سفیر عراق، مولانا شاہ ضیاء القادری، مولانا قاری محمد محبوب رضا خاں اور مولانا عبدالسلام باندوی قابل ذکر ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد چہرۂ انور کی زیارت کرائی گئی۔ بعدۂ تابوت میں رکھا گیا۔ اب "رضوی دولھا" کو ہزاروں باراتی بڑی شان و شوکت اور پیار و محبت سے کندھوں پر اٹھائے کراچی اسٹیشن تک لائے، راستہ بھر نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر میں اسٹیشن پر صلوٰۃ و سلام ہوا پھر ہزاروں اشک بار آنکھوں نے اپنے محبوب مرشد و

قائد کو رخصت کیا۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے:

فیصل آباد پہنچنے پر جنازہ اُٹھایا گیا اور ہزاروں افراد اشک بار آنکھوں کے ساتھ درود وسلام کی صداؤں میں مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اس جلوس میں علماء بھی تھے اور مشائخ بھی، مدرس بھی تھے اور محقق بھی، مریدین بھی تھے اور معتقدین بھی، ہم سبق رفیق بھی تھے اور شاگرد بھی، اپنے بھی تھے اور بیگانے بھی، چھتوں پر خواتین اور بچے بھی اس نورانی جلوس کا نظارہ کر رہے تھے۔

انوار کی بارش:

سرکلر روڈ سے گزر کر جنازہ جب کچہری بازار میں داخل ہوا تو عشق رسالت کے جلوؤں نے اور ہی رنگ اختیار کر لیا۔ اس کے اثرات نمایاں اور بہت واضح ہو گئے اور محسوس صورت میں نظر آنے لگے۔ ہوا یوں کہ تابوت مبارک پر انوار و تجلیات کی بارش ہر آنکھ کو صاف طور پر نظر آنے لگی۔ بچے، بوڑھے، جوان ہر قسم کے لوگ وہاں موجود تھے اور بڑے استعجاب کے عالم میں انوار کی اس بارش کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ جب یہ بے مثال جلوس گھنٹہ گھر پہنچا تو یکایک اس نور نے دبیز چادر کی صورت اختیار کر لی اور سارا تابوت اس میں چھپ گیا۔ چمکیلے تانبے کے باریک پتروں کی طرح نور کی سنہری کرنیں اس طرح تابوت پر گر رہی تھیں کہ ہزاروں نے تعجب سے اس آسمانی رحمت کو دیکھا، نور کی اس لطیف اور محسوس دھند میں جب جنازہ چھپ گیا تو جنازہ اُٹھانے والوں کو پکار کر ایک دوسرے سے پوچھنا پڑا کہ تابوت کہاں گیا؟

چند لمحات یہی کیفیت رہی پھر تابوت کے پاؤں کی طرف سے کمان کی طرح نور اُڑا اور لوگوں کو دوبارہ سب کچھ نظر آ گیا۔ اس واقعہ کے عینی شاہد ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں اپنے ہی نہیں وہ بھی شامل ہیں جنہیں حضرت کی ذات سے خوانخواہ اختلاف تھا۔

فقید المثال جنازہ:

حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت محدث اعظم کی اجازت سے مولانا عبدالقادر احمد آبادی نے نماز جنازہ بعد ظہر پڑھائی۔ لاکھوں افراد پر مشتمل نماز جنازہ کے عظیم اجتماع کو دیکھ کر ہر مکتب فکر کے افراد نے اعتراف کیا کہ فیصل آباد کی ستر سالہ تاریخ میں کبھی اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا۔

آخری دیدار:

نمازِ جنازہ کے بعد جسد مبارک کو سنی رضوی جامع مسجد سے ملحق انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفتر میں رکھ دیا گیا۔ تاکہ آخری زیارت سہولت سے ہو سکے۔ زیارت کرنے والے ایک دروازہ سے داخل ہوتے اور دوسرے دروازہ سے نکل جاتے۔ وصال فرمائے ہوئے دو دن اور دو راتیں گزرنے کے باوجود چہرۂ مبارک کی تازگی کا عالم یہ تھا کہ پھولوں میں سجا ہوا چہرہ خود بھی پھول لگ رہا تھا۔ اس حسین اور دل نواز منظر کو جو دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا اور ہٹنے کا نام نہ لیتا، مجبوراً اسے ہٹا کر دوسروں کو زیارت کا موقع دیا جاتا، آخری دیدار کیلئے مشتاقوں کا ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ اگر یہ سلسلہ صبح تک جاری رکھا جاتا تو بھی ختم نہ ہوتا۔ ناچار شام سوا سات بجے تک چہرۂ مبارک دکھایا گیا اس کے بعد تدفین کیلئے لے جایا گیا۔

آخری آرام گاہ:

سنی رضوی جامع مسجد اور دارالحدیث کے درمیان واقع عارضی کمرہ جس سے درجۂ حفظ کے طلباء کی درسگاہ کا کام لیا جاتا تھا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آخری آرام گاہ بنا۔ ذکر و درود و سلام کی گونج میں آپ کا جسد مبارک یہاں لایا گیا۔ ہزاروں عقیدت مند اشکبار آنکھوں سے آخری زیارت کر رہے تھے۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی، مولانا مفتی نواب الدین اور حافظ محمد شفیع رضوی کی موجودگی میں مولانا عبد القادر، مولانا معین الدین اور صوفی اللہ رکھا قبر شریف کے اندر اترے اور آپ کے جسدِ اطہر کو رات ساڑھے سات بجے ہمیشہ کیلئے آخری آرام گاہ میں اُتارا۔

باقیات صالحات

تلامذہ و خلفاء:

درخت اپنے پھل سے اور اُستاذ اپنے شاگردوں سے پہچانا جاتا ہے۔ یوں تو حضرت محدث اعظم کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے جو نہ صرف پاکستان کے مختلف شہروں، قصبوں دیہاتوں بلکہ بیرونِ ملک سے آپ کے درس کی شہرت سن کر حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت محدث اعظم کے جلیل القدر تلامذہ میں سے چند کے اسماء گرامی پیشِ خدمت ہیں:

مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں بریلوی، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی،

اُستاذ العلماء مولانا علامہ سید جلال الدین شاہ صاحب، اُستاذ العلماء علامہ محمد
عبد الرشید جھنگوی، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ حماد رضا نعمانی میاں، پیر طریقت حضرت مولانا پیر محمد فاضل
نقشبندی، اُستاذ العلماء حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، شمس العلماء علامہ مفتی محمد نظام الدین سہرامی، مفتی اعظم
کراچی علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی، شیر اہل سنت مولانا محمد عنایت اللہ قادری رضوی، مخدوم ملت علامہ
سبطین رضا خاں بریلوی، اُستاذ العلماء علامہ تحسین رضا خاں بریلوی، ریحانِ ملت مولانا محمد ریحان رضا خاں
بریلوی، علامہ ابو الشاہ عبد القادر احمد آبادی، شیخ الفقہ مولانا محمد شمس الزماں قادری رضوی، اُستاذ العلماء
مولانا صاحبزادہ عزیز احمد سیالوی، اُستاذ العلماء مولانا معین الدین شافعی رضوی، مجاہد ملت علامہ الحاج ابو داؤد محمد
صادق قادری رضوی، اُستاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، عالمی مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم
خوشتر صدیقی، اُستاذ العلماء علامہ مفتی محمد حسین قادری رضوی، شیخ الحدیث علامہ ابو الفتح محمد نصر اللہ خان افغانی،
خطیب پاکستان مولانا محمد بشیر احمد رضوی۔

اُستاذ العلماء علامہ مفتی محمد حسین قادری رضوی:

حضرت مفتی صاحب اندور بھارت کے رہنے والے تھے، ہجرت کے بعد کراچی بحیثیت مہاجر پہنچے،
دار العلوم امجدیہ میں علامہ مفتی ظفر علی نعمانی سے چند کتابیں پڑھیں۔ کراچی ہی میں عرسِ اعلیٰ حضرت قدس سرہ
کے موقع پر حضرت محدث اعظم کی زیارت و فیضِ صحبت سے متاثر ہو کر کراچی سے ان کے ہمراہ جامعہ رضویہ مظہر
اسلام حاضر ہوئے۔ دورۂ حدیث شریف حضرت محدث اعظم سے پڑھا اور افتاء کی تربیت پائی۔ آپ چونکہ خوشخط
تھے اس لئے حضرت محدث اعظم اکثر و بیشتر خطوط کے جوابات اور فتاویٰ انہیں سے لکھواتے۔ آپ کی برادری
(مسلم کھتری برادری) کے کچھ حضرات ہجرت کے بعد سکھر میں آباد ہوئے تھے ان کے اصرار پر حضرت محدث
اعظم نے اپنے اس ہونہار شاگرد رشید کو سکھر میں تبلیغ و تدریس کیلئے بھیج دیا۔ آپ نے یہاں جامعہ قادریہ رضویہ قائم
فرمایا اور جامعہ غوثیہ رضویہ میں دورۂ حدیث کتب معقول و منقول کی خدمات انجام دیں۔ آپ مجلس شوریٰ کے رکن
اور صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے مگر اپنا قادری رضوی انداز نہ بدلا۔ پورے کیف و سرور کے ساتھ قصیدہ بردہ
شریف اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی نعتیں پڑھتے، وعظ و تقریر میں مجمع پر چھا جاتے۔ آپ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت
حضور مفتی اعظم اور حضرت محدث اعظم سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

اولاد و امجاد:

حضرت محدث اعظم کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ صاحبزادگان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) محمد فضل رسول

(۲) محمد فضل رحیم

(۳) محمد فضل احمد رضا

(۴) محمد فضل کریم

صاحبزادہ محمد فضل رحیم کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ جبکہ تینوں صاحبزادگان اور چھ صاحبزادیاں حضرت محدث اعظم کے وصال کے وقت بقید حیات تھیں۔

منقبت

مظہرِ احمد رضا جاتا رہا

(حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال پر حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے تاثرات)

کیا کہوں میں ہائے کیا جاتا رہا — آہ دل کا حوصلہ جاتا رہا

سنیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح — زور ان کے قلب کا جاتا رہا

موت عالم کی جہاں کی موت ہے — زندگانی کا مزا جاتا رہا

فیض سے معمور جس نے کر دیا — چپہ چپہ ملک کا جاتا رہا

ماحی شر و فساد اہل زیغ — حامی دین خدا جاتا رہا

اٹھتے اٹھتے چو طرف وہ چھا گیا — خوب برسا، ابر سا جاتا رہا

دس برس کی تھوڑی سی مدت میں وہ — علم کا دریا بہا جاتا رہا

قوتِ دل، طاقتِ دل، زورِ دل — اس کے جانے سے مرا جاتا رہا

وہ محدث، وہ محقق، وہ فقیہ — عالم علم ہدیٰ جاتا رہا

اس زمانے کا محدث بے مثال — جس کا ثانی ہی نہ تھا جاتا رہا

چل بسا دنیا سے استاذ شفیق — مایہ لطف و عطا جاتا رہا

رہبرِ راہِ ہدیٰ تھا لا کلام　　　سنیوں کا مقتدا جاتا رہا
پاک باطن ، پاک طینت ، پاکباز　　　وہ جمالِ اصفیاء جاتا رہا
جو مرقع تھا جمال و حسن کا　　　وہ نگارِ اولیاء جاتا رہا
تھا خشیت میں خدائے پاک کی　　　وہ مثالِ اتقیاء جاتا رہا
خوش خصال و خوش فعال و خوش ادا　　　خوش نما و خوش لقا جاتا رہا
مولوی سردار احمد اُٹھ گئے　　　لطف سارا درس کا جاتا رہا
مسند آرائے سریرِ علم تھا　　　صدرِ دینِ مصطفیٰ جاتا رہا
غوثِ اعظم ، قطبِ عالم کا غلام　　　نائبِ شاہِ رضا جاتا رہا
فیض سے داتا کے مالا مال تھا　　　گنج بخشِ علم تھا ، جاتا رہا
غوثِ اعظم خواجۂ اجمیر کا　　　وہ مجسم فیض تھا جاتا رہا
پیکرِ رُشد و ہدیٰ تھا بالیقیں　　　مظہرِ احمد رضا جاتا رہا
تھا بہر حالت رضائے حق سے کام　　　آہ فانی فی الرضا جاتا رہا
اعظمِ خلفاء تھا پاکستان کا　　　جانشینِ مصطفیٰ جاتا رہا
حضرتِ صدر الشریعہ کا وہ چاند　　　میرا مہر پُر ضیاء جاتا رہا
عبدِ قادر اور معین الدین کا　　　دل نواز و دل رُبا جاتا رہا
پوچھو خوشتر سے تھا کیسا خوش ادا　　　کتنا تھا وہ خوش لقا جاتا رہا
سید زاہد ہیں شاہدِ زہد کے　　　معرض از دنیا ہوا جاتا رہا
پیارے تحسین الرضا سے پوچھئے　　　شفیقِ تحسین رضا جاتا رہا
مرگیا فیضان جس کی موت سے　　　ہائے وہ فیضِ انتما جاتا رہا
　　　　　　　　　　　　　　　۱۳۸۲ھ
یا مجیب اغفرلہٗ تاریخ ہے　　　کس برس میں وہ رہنما جاتا رہا
۱۳۸۲ھ
دیو کا سر کاٹ کر توری کہو　　　چاند روشن علم کا جاتا رہا
　　　　　　　　　　　　　　　۱۳۸۲ھ

(یاد رہے کہ مندرجہ بالا منظوم تاثرات کسی مرید یا شاگرد یا عقیدت مند کے نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے مسلمہ مفتیِ اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے منظوم جذبات ہیں جو کہ ابتدائی درسی کتب میں حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے اُستاذ ہیں۔)

ارشادات مُحدّث اعظم علیہ الرحمۃ

دنیا کا مال و دولت خاک سے پیدا ہوا اور دولت علم دین سینۂ پاک مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔

اس دولت سے کون سی دولت بہتر ہے جو کہ سینۂ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہوئی۔

احادیث کی 380 کتب ہیں جو کہ آج کل ساری ملتی نہیں ہیں۔ لہٰذا جب بھی تم سے کوئی کسی حدیث پاک کے بارے میں سوال کرے تو یہ مت کہو کہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث میرے علم میں نہیں ہے یا میں نے نہیں پڑھی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر اتنا کریں کہ لوگ آپ کو دیوانہ تصور کریں۔

جس قدر علم میں توجہ کرو گے اتنا ہی ترقی و عروج حاصل کرو گے۔

علم دین کو ذریعۂ دنیا ہرگز نہ بنانا، اگر بنایا تو نقصان اُٹھاؤ گے۔

یہ جہاں سونے کیلئے نہیں بلکہ جاگنے اور جگانے کیلئے ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں سونے کا بہت موقعہ ملے گا، وہاں کوئی نہیں جگائے گا۔

جتنا دنیا کے پیچھے بھاگو گے اتنا ہی یہ آگے بھاگے گی، جتنا دنیا کو چھوڑ کر بھاگو گے یہ اتنا ہی تمہارے پیچھے بھاگے گی۔

اگر بدمذہبوں سے مقابلہ ہو تو احسن طریقے سے مقابلہ کرو اور ان کو شکست دو۔ مذہب حق اہلسنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت خوب کرو۔ گول مول عقیدہ نہ رکھو۔ فقیر یہ کہتا ہے کہ سردار احمد رہتا تو گول باغ میں ہے لیکن سردار احمد کا مذہب گول مول نہیں ہے۔

مذہب حق، مذہب مہذب اہل سنت و جماعت ہی سچا مذہب ہے۔ اس کے علاوہ جتنے فرقے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اہل سنت و جماعت ہی کے عقائد پر ہمیشہ مستقیم رہنا۔

مزار داتا صاحب پر پابندی سے حاضری دیا کرو۔ زیادہ دیر وہاں پڑھنا یا لمبی دعا ضروری نہیں کیونکہ حاضری دینے والے کی طرف کسی نہ کسی روز صاحب مزار کی توجہ ضرور ہو جاتی ہے۔

اپنے پیر و مرشد کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے فیض لینا جائز ہے بشرطیکہ یہ اعتقاد رکھے کہ جو فیض مجھے کسی بزرگ سے ملتا ہے وہ میرے مُرشد کا صدقہ و برکت ہے۔